Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com

نیکی کر...

منظر امام

حاتم طائی... منیر شامی اور حسن بانو کی تکون... آج بھی یادوں کے نہاں خانوں میں رچی بسی ہے... عہدِ رفتہ کے انہی زندہ کرداروں پر مشتمل جدید انداز کی پُرفکر کہانی... سوچوں کے در وا کرتی اختیار و اقتدار کے بازی گروں کے کھیل کی منظر کشی...

نفرتوں کی سرزمین پر محبتوں کی اثر انگیز کہانی...

حسن بانو بہت تیکھی اور کٹارہ قسم کی لڑکی ثابت ہوئی تھی۔

حاتم طائی کا دل چاہا کہ وہ اس وقت منیر شامی پر لعنت بھیج کر خود اس سے محبت کا اظہار کر دے۔ پھر اسے اپنے منصب کا خیال آ گیا۔

اسے دنیا میں دوسروں سے ہمدردی اور ان کے دکھوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اگر وہ خود ہی حسن بانو سے محبت شروع کر دیتا تو یہ اس کی شان کے

www.urdupalace.com

خلاف تھا۔

منیر شامی کو اس نے ایک ہوٹل میں چائے اور پاپے کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ کھائے جا رہا تھا اور روئے جا رہا تھا۔ حاتم طائی اس وقت اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ راہ ہمدردی اٹھ کر اس کے پاس چلا گیا۔ ''تجھے کیا تکلیف ہے اے چوہے جیسی شکل کے نوجوان۔ بتا مجھے کہ شاید میں تیرے کسی کام آسکوں اور تجھے اس کرب سے نجات دلا.... دوں جس میں تو مبتلا ہے۔''

وہ نوجوان خاموش رہا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

حاتم طائی نے دوبارہ پوچھا۔ ''کیا پاپے بہت سخت ہیں کہ تجھ سے چبائے نہیں جا رہے اور تو روئے جا رہا ہے۔''

''نہیں۔'' اس بار اس نوجوان نے جواب دیا۔ ''پاپے بہت اچھے ہیں۔ دل پذیر بیکری کے ہیں۔ ان کی ہر چیز بہت اچھی ہوتی ہے۔''

''تو کیا چائے میں تیزاب ملا ہوا ہے؟'' حاتم طائی نے دوسرا سوال کیا۔

''نہیں چائے بھی بہت اچھی ہے۔ دودھ پتی والی۔'' نوجوان نے جواب دیا۔

''تو پھر تیرے دانتوں میں تکلیف ہوگی؟''

''نہیں بھائی، ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔''

''تو پھر کیا ہے، کچھ تو پتا چلے۔ دیکھ تجھے اپنے سر کی قسم۔ اگر تو نے مجھے نہیں بتایا تو میں دلبرداشتہ ہو کر اس ملک سے باہر چلا جاؤں گا۔''

''بھائی، مجھے کسی سے عشق ہو گیا ہے۔'' اس نوجوان نے جواب دیا۔

''ہاں، یہ بات تو رونے والی ہے۔''

''تم نہیں سمجھو گے۔ میں اس عشق کے لیے نہیں رو رہا بلکہ اس لڑکی کے باپ سے پریشان ہوں جس نے میرے سامنے سات سوال رکھ دیے ہیں۔''

''کیا؟'' حاتم طائی بے چین ہو گیا۔ ''کہیں تیرا نام منیر شامی تو نہیں ہے؟''

''ارے تمہیں کیسے معلوم؟'' نوجوان اچھل پڑا۔

''بے وقوف پہچان مجھے۔ میں حاتم طائی ہوں۔ کیا تجھے یاد نہیں ہے کہ پچھلی بار میں نے ہی تیرے سات سوالات حل کیے تھے۔''

''اوہ، حاتم بھائی۔'' نوجوان نے حاتم کا ہاتھ تھام لیا۔ ''قدرت ایک بار پھر تمہیں میری مدد کے لیے لے کر آگئی ہے۔ لگتا ہے تاریخ نے ایک بار پھر اپنے آپ کو دہرا دیا ہے۔''

''ہاں، تاریخ اسی طرح خود کو دہراتی رہتی ہے۔ یہ بتا تو یہاں آنے کے بعد کیا کر رہا ہے۔ تیری کیا مصروفیات ہیں؟''

''میں آج کل ایک فیکٹری میں سپروائزر ہوں۔'' منیر شامی نے بتایا۔ ''گولیمار میں رہتا ہوں۔''

''اور یہ حسن بانو سے کیسے ملاقات ہو گئی؟''

''میں جس فیکٹری میں کام کرتا ہوں، وہ دواؤں کی فیکٹری ہے۔ حسن بانو وہاں پیکنگ کے شعبے میں ہے۔ وہیں اس سے ملاقات ہوئی اور ہم دونوں نے ماضی کے حوالے سے ایک دوسرے کو فوراً پہچان لیا پھر ملاقاتیں ہونے لگیں۔ اسے اس جنم میں چائینز کھانے کا بہت شوق ہو گیا ہے۔ تو میں اسے کئی بار چائینز لے گیا۔ لیکن حاتم بھائی تم تو جانتے ہو کہ چائینز کھانے کتنے مہنگے ہوتے ہیں۔''

''ہاں۔'' حاتم نے گردن ہلائی۔ ''میں خود دو بار پھنس چکا ہوں۔''

''تو بھائی، میں نے سوچا کہ حسن بانو کو محبوبہ بنانے سے بہتر ہے کہ اس سے شادی کر کے بیوی ہی بنالوں۔ کیونکہ وہ جب تک محبوبہ بنی رہے گی، چائینز کی فرمائش کرتی رہے گی اور بیوی بن گئی تو بڑی آسانی سے اسے چولھا چکی کے چکر میں اس طرح ڈالوں گا کہ چائینز بھول جائے گی۔''

''یہ تو عقل مندی کا فیصلہ تھا، پھر کیا ہوا؟''

''پھر یہ ہوا کہ اس کے باپ نے روڑے اٹکا دیے۔ کہنے لگا پہلے میرے سات سوالوں کے جواب ڈھونڈ کے لاؤ۔ پھر شادی کر دوں گا۔''

''اس کا باپ کیا کرتا ہے؟''

''درزی ہے حاتم بھائی۔ فردوس کالونی میں اس کی اپنی دکان ہے۔ ایک نمبر کا چور قسم کا بندہ ہے، مہنگے کپڑے سیتا ہے۔''

''تو پھر تم نے کیا کیا۔ سوالوں کے جواب ڈھونڈ لیے؟''

''کہاں سے ڈھونڈتا۔ عجیب بے تکے سوالات ہیں۔ اس کا پہلا سوال ہے نیکی کر کے دریا میں ڈال۔ میں نے اس وقت اس سے ہاں تو کر دی تھی لیکن اب رات دن اسی فکر میں رہتا ہوں کہ کہاں سے جواب لاؤں۔ اب تم مل گئے ہو حاتم بھائی۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میری حسن بانو

www.urdupalace.com

مجھے مل جائے گی۔ پہلے بھی تمہاری وجہ سے ملی تھی۔ اس بار بھی تمہاری وجہ سے ملے گی۔"

"تم ایسا کرو۔ اس درزی سے مجھے ملوا دو۔" حاتم طائی نے کہا۔ "تاکہ میں اس سے اس بات کی گارنٹی لے لوں کہ اس کے سوال حل ہو گئے تو اس کے بعد وہ تمہارا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے گا۔"

"ہاں حاتم بھائی، میں خود بھی یہی چاہتا تھا۔ تم اس سے ضرور ملو بلکہ فرصت ہو تو کل شام اسی ہوٹل پر آ جائیں۔ میں آپ کو اپنے ساتھ لے چلوں گا۔ اچھا یہ بتاؤ آپ کی شادی ہوئی؟"

"میری شادی تو پچھلے دور میں بھی نہیں ہو سکی تھی۔" حاتم نے بتایا۔ "جب بھی میں شادی کا موڈ بناتا ہوں، کسی نہ کسی موڑ پر تم جیسے منیر شامی سے ملاقات ہو جاتی ہے اور میں اس کے مسائل حل کرنے میں لگ جاتا ہوں۔"

"آپ جیسا نیک انسان تو پوری تاریخ میں کوئی نہیں ہوگا۔"

"اچھا چلو، کل مل لو۔ اور اب چائے اور پاپے کھاتے وقت رونا نہیں۔"

دوسری شام کو منیر شامی نے حاتم طائی کو حسن بانو کے درزی باپ کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ "انکل یہ ہیں حاتم طائی۔"

"اچھا۔" درزی نے اوپر سے نیچے تک حاتم طائی کو دیکھا۔ "کپڑا ساتھ لے کر آئے ہو یا صرف ناپ دینے آئے ہو؟"

"جناب، میں کپڑے سلوانے نہیں آیا۔" حاتم طائی نے کہا۔

"تو پھر کیوں آئے ہو؟"

"میں منیر شامی کی طرف سے آپ کے سوالوں کے جواب تلاش کرنے آیا ہوں۔" حاتم نے بتایا۔

"عجیب بے تکی بات ہے۔ یہ بتاؤ میری بیٹی سے عشق کون کر رہا ہے۔ تم کر رہے ہو یا یہ کر رہا ہے؟"

"جناب، یہی کر رہا ہے۔"

"تو پھر اس کو سوالوں کے جواب لانے دو۔"

"جناب، یہ اس معاملے میں ناتجربہ کار ہے جبکہ مجھے اس قسم کا بہت پرانا تجربہ ہے۔" حاتم نے کہا۔ "میں پہلے بھی یہ سب کر چکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" درزی نے گردن ہلائی۔ "تم ہی بتانا۔"

اسی دوران میں ایک لڑکی دکان پر آ گئی۔ اس نے منیر شامی کو، مجھے اور پھر درزی کو دیکھا اور درزی سے پوچھا۔ "ابا، نصیر آج کس کو لے کر آئے ہیں؟"

"یہ تو تو خود نصیر سے پوچھ۔" درزی نے جھلا کر جواب دیا۔ "اور اس وقت تو کہاں سے ٹپک پڑی۔ تجھے تو گھر پر ہونا چاہیے۔"

"ابا، میں اپنی ایک سہیلی کی برتھ ڈے پر جا رہی ہوں۔" اس نے کہا۔ "مجھے پانچ سو روپے دے دو۔"

حاتم کو وہ لڑکی بہت اچھی لگی تھی۔ بہت تیکھا اور کسیلا حسن تھا اس کا۔ پچھلی بار وہ اتنی خوب صورت نہیں تھی لیکن اس بار میک اپ وغیرہ کر کے بہت اچھی لگ رہی تھی۔

"میں حاتم طائی ہوں۔" حاتم طائی نے جھٹ سے اپنا تعارف کروا دیا۔ "میں منیر شامی کی طرف سے سوالوں کے جواب تلاش کرنے نکلا ہوں۔"

"حسن بانو، تم نے ان کو پہچانا نہیں۔ پچھلی بار تو یہی ہمارے کام آئے تھے۔" منیر شامی نے کہا۔

"ارے ہاں۔" حسن بانو اچھل پڑی۔ "اب مجھے یاد آ رہا ہے۔ ان کی صورت جانی پہچانی لگ رہی تھی۔"

حاتم طائی اس وقت اندر ہی اندر سلگنے لگا۔ یہ لڑکی تو ایسی تھی کہ خود اسے بھی پسند آنے لگی تھی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ منیر شامی پر لعنت بھیج کر اس کے درزی باپ سے خود اپنے رشتے کی بات چھیڑ دے۔

لیکن اس قسم کی خواہش چونکہ اس کے منصب کے خلاف تھی۔ اس لیے وہ صرف دو چار گہری سانسیں لے کر رہ گیا۔ حسن بانو کی طرف سے توجہ ہٹا کر اس نے درزی کی طرف دیکھا۔ "جناب، اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ اگر میں نے آپ کے سوالوں کے جواب دے دیے تو آپ منیر شامی کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دیں گے؟"

"کس بات کی گارنٹی چاہیے۔ کیا اسٹامپ پیپر پر لکھ کر دے دوں؟"

"نہیں جناب، بس آپ کی زبان کافی ہے۔" حاتم نے کہا۔ "مجھے یقین ہو گیا کہ میری محنت رائگاں نہیں جائے گی۔ چلیں پہلا سوال بتائیں۔"

"پہلا سوال ہے نیکی کر کے دریا میں ڈال۔"

حاتم کچھ بولتے بولتے رک گیا۔

"کیا ہو گیا میاں؟" درزی نے مذاق اڑایا۔ "کیا پہلے ہی سوال پر چکر آ گئے؟"

"نہیں جناب، سوال تو آسان ہے لیکن پرابلم دریا

www.urdupalace.com

کی ہے۔ اس کا ثبوت دینے کے لیے دریائے سندھ یا پنجاب کی طرف جانا پڑے گا۔ کراچی میں تو کوئی دریا نہیں ہے۔''

''اچھا چلو، تمہاری آسانی کے لیے تھوڑا سا بدل دیتا ہوں۔'' درزی نے کہا۔ ''نیکی کر کے سمندر میں ڈال۔ اب تو ٹھیک ہو گیا نا؟''

''ہاں اب ٹھیک ہو گیا۔'' حاتم نے گردن ہلائی۔

''اب میں اس مشن پر نکل جاتا ہوں۔''

''لیکن بھائی۔'' منیر شامی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''مجھے کیسے پتا چلے گا کہ اس سوال کا جواب مل گیا ہے؟''

''میں تمہیں آ کر بتا دوں گا۔''

''ٹھیک ہے۔ اسی ہوٹل میں آجانا جہاں ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ وہ لوگ مجھے جانتے ہیں۔ میرے بارے میں سب بتا دیں گے۔ وہاں میرا اُدھار چلتا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' حاتم نے ایک حسرت بھری نگاہ حسن بانو پر ڈالی اور اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔

اس درزی نے پہلا سوال ہی بے ڈھب دیا تھا۔ نیکی کر کے سمندر میں ڈال۔ اسے یاد آیا کہ پچھلی بار بھی جب اس قسم کی کوئی سچویشن اس کے سامنے آئی تھی تو اللہ کا کوئی نیک بندہ کوئی درویش کوئی مجذوب اس کی مدد کے لیے آجاتا تھا۔ اس بار بھی ایسے ہی لوگ اس کے کام آئیں گے۔

اس دن تو وہ گھر چلا گیا۔ رات بھر اسے بے چینی رہی تھی۔ رات بھر حسن بانو اس کے تصور اور خواب میں آتی رہی تھی۔

لیکن صبح ہوتے ہی اسے اپنے منصب کا خیال آ گیا۔

''حاتم طائی، تو یہ کیا کر رہا ہے؟ یہ تو امانت میں خیانت ہے۔ تو تو پوری دنیا میں امانت دار کے طور پر مشہور ہو گیا ہے کیوں اپنے اس نام کو بٹا لگا رہا ہے۔ جا اس درزی کے سوال کا جواب ڈھونڈ اور حسن بانو کو منیر شامی کے حوالے کر دے۔ ورنہ وہ بے چارہ چائے اور پاپے کھاتے وقت روتا ہی رہے گا۔

اب سوال تھا کسی مرد درویش کا۔ جو اس کی مشکل آسان کر دے۔ جو اسے کسی جنگل یا پہاڑ کی طرف بھیج دے کہ جا تیرے سوال کا جواب وہاں موجود ہے۔

وہ دن بھر شہر کی جگہوں میں چکراتا پھرا۔ لیکن ایسا کوئی نہیں مل سکا۔ البتہ شام کے وقت ایک مرد درویش اسے مل ہی گیا۔ اس مرد درویش نے خود ہی اس کو مخاطب کیا۔

''ادھر آ بچہ، میرے پاس آ۔ کیوں مارا مارا پھر رہا ہے۔''

حاتم خوشی خوشی دوڑتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ بڑی عقیدت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''بابا، میں سارا دن آپ کی تلاش میں رہا ہوں۔ بس، تم مل گئے ہو۔ اب مجھے میرے سوال کا جواب مل جائے گا۔''

''یہ لے بچہ۔ میں تو خود تجھ سے سوال کرنے والا تھا اور تو مجھ سے سوال کر رہا ہے۔''

''بابا! تم بتاؤ، تمہارا کیا سوال ہے۔ اگر میرے بس میں ہوا تو ضرور پورا کروں گا۔''

''مجھے یہ بتا کہ چائینز کھانے اتنے اچھے ہوتے ہیں کہ بچے، بوڑھے، مرد، عورتیں سب اس کی طرف دوڑے چلے جاتے ہیں۔ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ میں ایک چائینز ہوٹل کے سامنے بیٹھ کر بھیک مانگا کرتا ہوں اور یہ تماشا دیکھ کر سوچتا رہتا ہوں کہ آخر کیا خوبی ہوتی ہے چائینز کھانوں میں؟''

''بابا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے کبھی نہیں کھائے؟''

''نہیں اسی لیے تو کہہ رہا ہوں۔''

''چلو، پہلے تمہیں چائینز ہوٹل لے کر چلتا ہوں۔ اس کے بعد تم کو میرے سوال کا جواب دینا ہو گا۔''

''کیوں نہیں، اس کے بعد میں دنیا کے ہر سوال کا جواب دے سکتا ہوں۔ چل لیکن جہاں میں بیٹھتا ہوں، وہاں نہیں جانا۔ وہاں کے بیرے مجھے کئی بار ہوٹل کے سامنے سے بھگا چکے ہیں۔''

''تم فکر مت کرو، اس شہر میں بہت سے ہیں۔ کہیں اور لے چلوں گا۔''

ہوٹل میں حاتم کے ساتھ اس مرد درویش کی آمد ایک تماشا بن گئی تھی۔ ہوٹل کے بیروں نے ایک ہنگامہ کر دیا تھا۔

''نہیں صاحب، یہ بھکاری اندر نہیں جائے گا۔''

''یہ بھکاری، نہیں مرد درویش ہے۔'' حاتم نے کہا۔

''یہ تمہارے ہوٹل کو عزت بخشنے کے لیے آیا ہے۔''

''عزت بخشنے کے لیے آیا ہے یا عزت برباد کرنے آیا ہے۔'' ہوٹل کا منیجر بھی آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''دیکھ لیا بچہ۔ میں اسی لیے آج تک چائینز کھانوں سے محروم رہا ہوں کہ کوئی مجھے گھسنے ہی نہیں دیتا۔''

''سنو۔'' حاتم نے منیجر سے کہا۔ ''اگر تم کو اس کا ہوٹل میں آنا پسند نہیں ہے تو کسی ایک طرف ہماری میز لگوا دو۔''

''ہاں، یہ ہو سکتا ہے۔ پچھلی طرف ایک برآمدہ ہے۔ میں وہاں تمہاری ٹیبل لگوا دیتا ہوں۔''

www.urdupalace.com

ان کی ٹیبل پچھلی طرف لگ گئی تھی۔ ایک ویٹر نے ان کی میز پر مینیو لاکر رکھ دیا۔ ''اے مرد درویش کیا کھانا پسند کرو گے؟''

''بچے، مجھے کیا معلوم کہ یہاں کیا ہوتا ہے۔ بس تیری مرضی جو منگوالے۔''

حاتم نے ہاٹ اور سور سوپ، چکن فرائیڈ رائس اور چاؤمین وغیرہ کا آرڈر دے دیا۔

''میری برسوں کی حسرت پوری ہو جائے گی۔'' مرد درویش خوش ہو کر بولا۔

''اچھا۔ اب میرے سوال کا جواب تو دو۔ میں نے تمہاری یہ خواہش پوری کر دی ہے۔''

''چل بتا، تیرا سوال کیا ہے؟''

''نیکی کر کے دریا میں ڈال۔'' حاتم نے کہا۔ ''چونکہ کراچی میں دریا نہیں ہے۔ اسی لیے دریا کو سمندر سمجھ لو۔''

''ٹھیک ہے۔'' مرد درویش نے اپنی گردن ہلائی۔

''یہ تو کوئی مشکل سوال ہی نہیں ہوا۔ باہر جاتے ہوئے بتا دوں گا۔''

''سچ کہہ رہے ہو بابا؟''

''بالکل سچ، ہم درویش ٹائپ کے لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔''

ویٹر نے بڑے سلیقے سے سوپ لاکر رکھ دیا۔ مرد درویش مزے لے لے کر سوپ پیتا رہا۔ ہونٹوں پر زبان پھیر پھیر کر چٹخارے لے رہا تھا۔ ''واہ مزہ آ گیا۔ تب ہی تو کہوں کہ یہاں اتنی بھیڑ کیوں ہوتی ہے۔''

سوپ کے بعد کھانے کی باری آئی تو وہ خوشی سے اور بھی نہال ہو گیا۔ ''واہ، یہ بات ہوئی نا۔ اب تو میں ہر پندرہ دنوں کے بعد آیا کروں گا۔ سالا روٹی اور دال کھاتے کھاتے میرا معدہ تباہ ہو گیا۔''

''بابا، یہ کھانے بہت مہنگے ہوتے ہیں۔''

''کوئی بات نہیں۔ یہ میرے ایک گھنٹے کی کمائی کے برابر ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ تو بھی میرے دھندے میں آ جا۔ میں تجھے کچھ گر سکھا دوں گا۔ تو کہاں سوال جواب کے چکر میں پھنس گیا ہے۔''

''نہیں بابا، میں اپنا فرض ادا کرنے نکلا ہوں۔''

''اچھا تیری مرضی۔''

کھانا ختم ہوا اور بل آیا تو حاتم کے ہوش اڑ گئے۔ بہت مہنگے کھانے تھے۔ اس کے مہینے کا آدھا خرچ ایک وقت کے کھانے میں نکل گیا تھا۔

جون 2016ء کا خوبصورت شمارہ
خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ
سسپنس ڈائجسٹ

مات

راہ حق اختیار کرنا اور پھر اس پر قائم رہنا...... بجائے خود ایک بہت بڑا امتحان ہے..... مگر اس نے ثابت کر دیا کہ عزم صمیم ہو تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے ... آخری صفحات پر ... عبداللہ کا ... انداز

www.urdupalace.com

بل ادا کر کے دونوں باہر آ گئے۔ مرد درویش ابھی تک کھانوں کی تعریف میں لگا ہوا تھا۔

''چلو بابا، اب میرے سوال کا جواب دو۔'' حاتم نے کہا۔

''کون سا سوال؟''

''وہی جو میں نے پوچھا تھا۔ نیکی کر کے دریا میں ڈال۔''

''بچہ۔ تو نے مجھے کیا کوئی ماسٹر سمجھ رکھا ہے جو اس قسم کے سوالوں کے جواب دیتا پھروں۔ ارے بابا، میں ایک مانگنے والا بندہ ہوں۔ مجھے کیا معلوم کہ سوال کیا ہوتا ہے اور جواب کیا ہوتا ہے۔''

حاتم بھنا کر رہ گیا۔ ''اور تجھے جو میں نے اتنے مہنگے چائنیز کھانے کھلا دیے ہیں، ان کا کیا ہوگا؟ تو نے مجھ سے یہ کیوں کہا تھا کہ اس سوال کا جواب دے دوں گا۔''

''خود سوچ بچہ، اگر میں یہ نہیں کہتا تو تو مجھے چائنیز ہوٹل لے کر آتا، میری برسوں کی خواہش میرے دل ہی میں رہ جاتی۔''

''لعنت ہو تجھ پر۔'' حاتم نے جل کر اسے دھکا دے دیا۔

وہ مرد درویش قریب کے ایک گٹر کے پانی میں جا گرا۔ حاتم اسے وہیں اس کے حال پر چھوڑ کر آگے بڑھ گیا اور اسی وقت حاتم کے ذہن میں جیسے چراغ سے جل گئے۔ اس مرد درویش نے اس کے سوال کا جواب تو دے ہی دیا تھا۔ اس نے اشاروں میں بتا دیا تھا کہ اس سوال کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ حاتم جیسے جیسے اپنے سوال اور درویش کے جواب پر غور کرتا رہا، اس کی سمجھ میں سب کچھ آتا چلا گیا۔

ان بڑے لوگوں کی یہی شان ہوتی ہے۔ بس ان کے اشاروں کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بعد سب کچھ واضح ہو جاتا ہے۔ جیسے حاتم کے ذہن میں واضح ہو گیا تھا۔

اب اسے ایک موقع کا انتظار تھا۔

وہ موقع کے انتظار میں درزی کی دکان کے سامنے اس طرح جا کر کھڑا ہو گیا کہ درزی اس کو دیکھ نہ سکے۔ کئی گھنٹوں کے انتظار کے بعد بھی کچھ نہیں ہوا۔ درزی اپنے کام میں مصروف رہا۔

نہ تو اس نے حاتم طائی پر توجہ دی تھی اور نہ ہی کسی اور نے حاتم طائی سے کچھ پوچھا تھا۔ دوسری صبح وہ ایک اسکیم لے کے درزی کی دکان کے سامنے پہنچ گیا۔

درزی اپنی دکان میں اکیلا تھا۔ صبح کا وقت تھا اس لیے ابھی تک کوئی گاہک بھی دکان میں نہیں آیا تھا۔ حاتم طائی نے ایک پتھر اٹھایا اور درزی کو نشانہ بنا کر پتھر پھینک دیا۔

وہ پتھر درزی کے سر پر جا کر لگا تھا۔ اس کا سر پھٹ گیا تھا۔ اس نے واویلا کرنا شروع کر دیا۔ حاتم کے لیے یہی سنہری موقع تھا۔ وہ دوڑتا ہوا درزی کے پاس پہنچ گیا۔

''کیا ہو، کس نے مارا؟''

''پتا نہیں، سر پھٹ گیا ہے میرا۔'' درزی کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔

''چلیں، چلیں، جلدی چلیں۔'' حاتم طائی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

اس نے ایک رکشا رکوایا اور درزی کو لے کر ایک اسپتال پہنچ گیا جہاں اس کی مرہم پٹی کر دی گئی تھی۔ حاتم نے اسے واپس اس کی دکان میں پہنچا دیا۔

وہ درزی حاتم کا بہت احسان مند ہو رہا تھا۔ ''بیٹا! تم نے میرے ساتھ بہت بڑی نیکی کی ہے۔'' اس نے کہا۔ ''نہ جانے کون کم بخت تھا جو مجھے پتھر مار کر بھاگ گیا۔''

''بھول جائیں اس کو۔'' حاتم نے کہا۔ ''بس اتنا یاد رکھیں کہ میں نے آپ کے ساتھ نیکی کی ہے۔''

''ہاں بیٹا، میں اس کو کیسے بھلا سکتا ہوں۔''

''بس اب آپ آرام کریں۔ میری مانیں تو دو چار دنوں کی چھٹی کر لیں، آرام کریں۔''

''ہاں یاد آیا۔ تم تو میرے سوال کا جواب تلاش کرنے نکلے تھے نا؟''

''بس یہ سمجھ لیں کہ اس سوال کا آدھا جواب مل گیا ہے۔ آدھا اور باقی ہے۔''

''مجھے یقین ہے کہ تم ضرور کامیاب ہو گے۔'' درزی نے کہا۔ ''تمہاری محبت اور نیکی کو دیکھ کر یقین ہو گیا ہے کہ اس کام میں خدا تمہاری مدد کرے گا۔''

درزی نے حاتم کے مشورے پر تین چار دنوں کی چھٹی کر لی تھی۔ پھر ایک دن جب حاتم اس سے ملنے پہنچا تو وہ بالکل ٹھیک تھا۔ اس کی پٹی بھی اتر چکی تھی۔

حاتم کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا تھا۔ اس نے حاتم کے لیے دودھ پتی کی چائے بھی منگوالی تھی۔

''قبلہ، اب میں آپ سے ایک بات کہنے آیا ہوں۔''

''ہاں ہاں کہو۔ اگر منیر شامی پر لعنت بھیجنی ہو تو بھیج

www.urdupalace.com

دیتا ہوں لعنت۔ حسن بانو کے لیے تم سے اچھا رشتہ کوئی نہیں ہوسکتا۔"

"نہیں محترم، حالانکہ دل تو یہی چاہ رہا ہے لیکن یہ میری فطرت کے خلاف ہے۔"

"چلو، جیسی تمہاری مرضی۔ ہاں تو تم کیا کہنا چاہ رہے تھے؟"

"قبلہ، آپ ایک دفعہ سمندر کراس کرلیں۔" حاتم نے کہا۔

"سمندر کراس کرلوں۔ وہ کیوں؟"

"دیکھیے نا، یہ جو آفتیں ہوتی ہیں۔ یہ کسی بھی روپ میں چھپ کر وار کرسکتی ہیں۔ یہ میرا صدیوں کا تجربہ ہے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ میں حاتم طائی ہوں اور صدیوں پہلے اس دنیا میں لایا گیا تھا۔"

"ہاں جانتا ہوں۔ تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ کوئی دشمن میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔"

"بالکل، اس دشمن نے چھپ کر آپ پر وار کیا ہے۔" حاتم نے کہا۔ "دیکھیں، اگر دشمن سامنے ہو تو اس کا مقابلہ بھی ہوسکتا ہے اور جو دشمن چھپا ہوا ہو، اس پر کیسے قابو پائیں گے۔"

"یہ بات تو ہے۔" درزی سوچ میں پڑ گیا۔ "تو پھر کیا کروں؟"

"اسی لیے سمندر کراس کرنے کا مشورہ دے رہا ہوں۔ ساری مخمصتیں ختم ہوجائیں گی۔"

"ہاں، یہ تو میں نے بھی سنا ہے۔" درزی نے کہا۔ "لیکن سمندر کراس کرنے کا مطلب ہے میں بحرین چلا جاؤں؟"

"نہیں، اتنی دور نہیں۔ آپ کیماڑی سے منوڑہ چلے جائیں۔ سمندر کراس ہوجائے گا۔"

"ہاں، میری ایک پھوپی نے بھی ایک بار ایسا ہی کیا تھا۔"

"تو بس، پھوپی کے نقشِ قدم پر چلیں۔"

"بیٹا، میں اکیلا تو نہیں جاؤں گا۔ تم کو بھی میرے ساتھ چلنا ہوگا۔"

"کیوں نہیں، میں ہی تو آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

"تو چلو کل کا پروگرام بنا لیتے ہیں۔ تم کل صبح دس بجے دکان پر آجانا۔ یہاں سے دونوں چلے چلیں گے۔"

حاتم دس سے پہلے ہی پہنچ گیا۔ درزی بھی تیار تھا۔ دونوں چل پڑے۔ کیماڑی پر منوڑہ جانے والے چھوٹی موٹر بوٹ کی لائن لگی ہوئی تھی لیکن حاتم نے ایک کشتی کا انتخاب کیا تھا۔

درزی نے اس موقع پر اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "دیکھو حاتم، یہاں پر جو کشتی ہوتی ہے وہ دریا تک تو ٹھیک ہے لیکن سمندر کے لیے مناسب نہیں ہے۔"

"ارے کچھ نہیں ہوتا جناب۔ سمندر کی سیر کا مزہ کشتی میں آتا ہے اور یہ بھی تو دیکھیں کتنے لوگوں نے کشتی کر رکھی ہے۔ سب کے سب خیریت سے جائیں گے اور خیریت سے واپس آجائیں گے۔"

"چلو جیسی تمہاری مرضی۔" درزی نے حاتم کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔

کشتی والے نے آنے جانے کے پندرہ سو روپے مانگے تھے۔ کشتی کیماڑی سے روانہ ہوئی۔ درزی بڑے بڑے جہازوں کو دیکھ کر بچوں کی طرح خوش ہو رہا تھا۔

"واہ، یہ تو بہت زبردست تفریح ہے۔ میں پہلے کبھی نہیں آیا۔"

"اگر پہلے آچکے ہوتے تو دشمن آپ پر کبھی غالب نہیں آتا۔" حاتم نے کہا۔ "اور یہ تو دیکھیں، یہ رنگین مچھلیاں کتنے مزے سے تیر رہی ہیں۔" حاتم نے اشارہ کیا۔

درزی نے جھک کر دیکھنا چاہا اور حاتم نے اس کے دونوں پیر اٹھا کر اسے سمندر میں دھکیل دیا۔

اور اب سوائے اس درزی کے سب ہی جیل کی سزا بھگت رہے ہیں۔ درزی کو تو بچا لیا گیا تھا۔ اس ملاح نے بچا لیا تھا جبکہ حاتم کا یہ کہنا تھا کہ اس کام کے لیے منیر شامی نے کہا تھا اور منیر شامی کا یہ بیان تھا کہ حاتم اول درجے کا بے وقوف انسان ہے۔ سوال یہ تھا کہ نیکی کر دریا میں ڈال۔ اور اس نے یہ سمجھ لیا کہ نیکی کر کے دریا میں ڈال دے۔ یعنی جس سے نیکی کرو اسے بعد میں دریا میں یا سمندر میں پھینک دو۔ حاتم نے بے چارے درزی کے ساتھ یہی کیا۔ پہلے اس کی مرہم پٹی کروائی اس کے بعد اسے سمندر میں پھینک دیا۔ ایک بات بتائیں۔ گزشتہ ستر برسوں سے ہمارے حکمران تو یہی کر رہے ہیں نا۔ تھوڑی، تھوڑی بجلی، تھوڑی سی گیس اور تھوڑی سی زندگی مہیا کر کے ہمیں ذلتوں، کرپشن اور تباہیوں کے سمندر میں پھینکتے چلے جا رہے ہیں۔ پھینکتے چلے جا رہے ہیں اور ہم انہیں حاتم دوراں سمجھ کر انہیں ووٹ دیے چلے جا رہے ہیں، چلے جا رہے ہیں۔

www.urdupalace.com

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com